ریفرنس نمبر: pin 5791   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   تاریخ: 11-09-2018

قبر پر اذان دینا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ قبر پر اذان دینا بدعت و ناجائز ہے اور اِس پر فتاوی شامی کی یہ عبارت ”فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارۃ الی انہ لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح فی فتاویہ بانہ بدعۃ“ پیش کرتا ہے۔اس بارے میں کچھ تفصیلی رہنمائی کی حاجت ہے تاکہ ہمارے علاقے کی عوام اذانِ قبر (جو اہل السنۃ کا معمول ہے، اِس) کے حوالے سے مطمئن ہو جائے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے سر کی جانب قبلہ کی طرف منہ کرکے اذان کہنا جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا معمول ہے، قطعاجائز، بلکہ مستحسن عمل ہے۔اِس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(1) جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے، تو سوالاتِ قبر کے وقت شیطان قبر میں مردے کو درست جوابات سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔جیسا کہ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ سے مروی ہے: ”اذا سئل المیت من ربک تراءی لہ الشیطان فی صورۃ فیشیر الی نفسہ ای انا ربک فھذہ فتنۃ عظیمۃ“ ترجمہ: جب میت سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو اُسے شیطان ایک صورت میں دکھائی دیتا ہے اور وہ اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں، پس یہ بڑی آزمائش ہے۔

(نوادر الاصول، ج3، ص227، بیروت)

اِس کے بعد حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”فلو لم یکن ھناک سبیل ما کان لیدعو لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بان یجیرہ من الشیطان“ ترجمہ: اگر مسلمان مردے کو دفن کرنے کے بعد بہکانے کے لیے شیطان کے قبر میں آنے کی کوئی راہ نہ ہوتی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میت (جو قبر میں ہے، اُس) کے حق میں شیطان سے حفاظت کی دعا نہ فرماتے۔

(نوادر الاصول، ج3، ص227، بیروت)

اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے۔چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص“ ترجمہ: جب مؤذن اذان دیتا ہے، تو شیطان پیٹھ پھیر کر، گوز لگا کر بھاگتا ہے۔

(الصحیح لمسلم، ج1، ص291، دار احیاء التراث، بیروت)

لہٰذا اہلِ سنت وجماعت اپنے مسلمان بھائی کی بھلائی کے لیے اُس کی قبر پر اذان دیتے ہیں تاکہ سوالاتِ قبر کے جوابات کے وقت شیطان وہاں سے بھاگ جائے اور وہ مسلمان شیطان کے فتنے سے بچ کر درست جوابات دینے میں کامیاب ہو کر آخرت میں سُرخرو ہو جائے۔

(2) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے بعد اونچی آواز سے تکبیر (اللہ اکبر) کا تکرار فرمایا۔ چنانچہ المعجم الکبیر اور مسند احمد وغیرہ کتبِ حدیث میں ہے کہ حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (الفاظ مسند احمد کے ہیں): "فلما صلی علیه رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم ووضع فی قبره وسوی علیه سبح رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم فسبحنا طویلا ثم کبر فکبرنا۔ فقیل: یارسول اللہ! لم سبحت ثم کبرت ؟قال: لقد تضایق علی ھذا العبد الصالح قبره حتی فرجه اللہ عنه" ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی اور اُنہیں قبر میں رکھا اور اوپر سے مٹی برابر کر دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبحان اللہ فرمایا، تو ہم نے بھی کافی دیر سبحان اللہ کہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ اکبر فرمایا، تو ہم نے بھی اللہ اکبر کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ اور اللہ اکبر کیوں فرمایا؟ فرمایا: اِس نیک بندے پر قبر تنگ ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے اِس تسبیح و تکبیر کی وجہ سے قبر کو کشادہ فرمادیا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج23، ص158، مؤسسة الرسالة، بیروت)

علامہ طیبی علیہ الرحمۃ اِس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "ای مازلت اکبر واسبح ویکبرون ویسبحون ویکبرون حتی فرجه اللہ عنه" ترجمہ: یعنی میں اور میرے صحابہ سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کی قبر کو کشادہ کر دیا۔

(شرح طیبی، ج1، ص265، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیة، کراچی)

قبر پر تکبیر (اللہ اکبر) کا تکرار کرنا حدیث پاک سے ثابت ہوا اور اذان میں بھی تکبیر کے الفاظ کا تکرار ہوتا ہے۔

(3) غضبِ الٰہی کو بجھانے کے لیے تکبیر کہنا بہت فائدہ مند ہے۔ اذان میں بھی تکبیر کے الفاظ ہیں، لہٰذا قبر پر اذان دیتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ مردے پر غضب نہ فرمائے، بلکہ رحمت فرمائے اور اِسی طرح ظاہری طور پر آگ لگی ہو، تب بھی تکبیر کہنے کا حکم ہے کہ اِس سے آگ بُجھ جائے گی، تو اذانِ قبر میں یہ بھی حکمت ہے کہ اگر اُس قبر میں خدانخواستہ آگ کا عذاب ہوا، تو ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اطفؤا الحریق بالتکبیر" ترجمہ: آگ کو تکبیر کہہ کر بجھاؤ۔

(المعجم الاوسط، ج8، ص258، دار الحرمین، قاھرہ)

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "التکبیر علی ھذا لاطفاء الغضب الالٰھی ولھذا ورد استحباب التکبیر عند رؤیة الحریق" ترجمہ: قبر پر تکبیر (اللہ اکبر) کہنا، غضبِ الٰہی کو بجھاتا ہے، اِسی لیے آگ کو دیکھ کر تکبیر کہنا مستحب قرار دیا گیا۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج1، ص330، مطبوعہ کوئٹہ)

(4) اذان کے بعد کی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے، لہٰذا اذانِ قبر کے بعد میت کے لیے بخشش کی دعا کرنے پر زیادہ امید ہے کہ اُس کی بخشش ہو جائے۔ چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذا نا دی المنادی فتحت ابواب السماء واستجیب الدعاء" ترجمہ: جب مؤذن اذان کہتا ہے، تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، ج1، ص731، دار الکتب العلمیه، بیروت)

(5) اذان ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی عذاب دفع کرتا ہے۔ چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مامن شئی انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ" ترجمہ: ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔

(شعب الایمان، ج2، ص62، مطبوعہ ریاض)

(6) اگر یہ دلائل اور اِس کے علاوہ دیگر دلائل نہ بھی ہوں، تو اذانِ قبر کے جواز کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن و حدیث میں اِس سے منع نہیں کیا گیا، جو منع کرتا ہے، اُسے چاہیے کہ قرآن و حدیث سے اِس کی ممانعت ثابت کرے۔

اب سوال میں مذکور شامی کی عبارت اور اُس کا جواب ملاحظہ کیجیے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارۃ الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح فی فتاویه بانه بدعۃ“ ترجمہ: اقتصار میں ہے کہ میت کو قبر میں دفن کرتے وقت اذان کہنا سنت نہیں جیسا کہ آجکل رائج ہے اور علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاوی میں اِس کے بدعت ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔ (ردالمحتار، ج3، ص166، مطبوعہ پشاور)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے اِس عبارت میں اذانِ قبر کو ناجائز نہیں فرمایا، بلکہ صرف یہ بات بیان فرمائی ہے کہ اذانِ قبر سنت نہیں، چونکہ بعض علماء شافعیہ اذانِ قبر کو سنت قرار دیتے تھے، تو آپ علیہ الرحمۃ نے شافعی عالم علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کے قول سے اپنے مذہب کی تائید میں یہ عبارت ذکر کی کہ یہ امر سنت نہیں۔ نیز ایک اور جگہ اِس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”(لا یسن لغیرھا) ای من الصلوات والا فیندب للمولود وفی حاشیۃ البحر للخیر الرملی: رأیت فی کتب الشافعیۃ انه قد یسن الاذان لغیر الصلاۃ کما فی اذان المولود والمھموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بھیمۃ وعند مزدحم الجیش وعند الحریق قیل: وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه للدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب“ ترجمہ: نمازوں کے علاوہ اذان دینا سنت نہیں، مگر بچے کے کان میں اذان دینا مستحب ہے۔ علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ کے حاشیہ بحر میں ہے: میں نے بعض کتبِ شافعیہ میں لکھا ہوا دیکھا کہ نماز کے علاوہ اذان دینا چند مقامات پر سنت ہے جیسے بچے، غمگین اور مرگی والے کے کان میں، حالتِ غصہ میں، جب آدمی بدمزاج ہو، جانور بدک جائے اور اسلامی لشکر کے پسپا ہونے کے وقت، آگ لگنے کے وقت اور میت کو قبر میں رکھتے وقت، اِس پر قیاس کرتے ہوئے کہ جب وہ دنیا میں آیا، تو اُس کے کان میں اذان دی گئی، لیکن علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے اِس کے سنت ہونے کا رد فرمایا ہے۔ (ردالمحتار، ج2، ص62، 63، مطبوعہ پشاور)

اِن عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ اذانِ قبر کو علامہ شامی اور علامہ ابنِ حجر مکی علیہما الرحمۃ میں سے کسی نے بھی ناجائز نہیں فرمایا، بلکہ فقط یہ فرمایا کہ یہ سنت نہیں (ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ سنت نہیں، مگر جائز، بلکہ مستحسن ضرور ہے) اور ایک چیز کے سنت نہ ہونے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ناجائز ہو، کیونکہ کئی امور ایسے ہیں، جو سنت نہیں، لیکن پھر بھی جائز، بلکہ مستحب ہیں جیسے کسی صحابی یا بزرگ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ یا رحمۃ اللہ علیہ لگانا سنت نہیں، لیکن ناجائز بھی نہیں، بلکہ علماء نے اِسے مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ تنویر الابصار میں ہے: ”یستحب الترضی للصحابۃ والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار“ ترجمہ: صحابہ کرام کے اسماء کے ساتھ ”رضی اللہ عنہ“ اور تابعین اور اُن کے بعد کے علماء و صالحین کے لیے ”رحمۃ اللہ علیہ“ کا استعمال مستحب ہے۔

(تنویر الابصار، ج9، ص520، مطبوعہ پشاور)

اور علامہ ابنِ حجر مکی علیہ الرحمۃ کا اِسے بدعت قرار دینا بھی اِس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں، کیونکہ آپ علیہ الرحمۃ کے نزدیک کسی کام کا بدعت ہونا، اُس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ وہ کام بدعت ہونے کے باوجود واجب و مستحب بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”تنقسم الی خمسۃ احکام یعنی الوجوب والندب الخ وطریق معرفۃ ذالک ان تعرض البدعۃ علی قواعد الشرع فای حکم دخلت فیه فھی منه فمن البدع الواجبۃ تعلم النحو الذی یفھم به القرآن والسنۃ ومن البدع المحرمۃ مذھب نحو القدریۃ ومن البدع المندوبۃ احداث نحو المدارس والاجتماع لصلاۃ التراویح ومن البدع المباحۃ المصافحۃ بعد الصلاۃ الخ“ ترجمہ: بدعت کی پانچ اقسام ہیں: بدعت واجبہ و مستحبہ وغیرہ اِسکی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ اُس بدعت کو قواعدِ شرع پر پیش

کیا جائے، تو جس حکم کے تحت وہ داخل ہو گی، اُس پر بھی وہ ہی حکم لگے گا۔ مثلا: بعض بدعتیں واجب ہیں جیسے قرآن وحدیث سمجھنے کے لیے علمِ نحو سیکھنا؛ بعض حرام ہیں جیسے قدریہ وغیرہ گمراہوں کا مذہب؛ بعض مستحب ہوتی ہیں جیسے مدارس کا قیام اور تراویح کے لیے جمع ہونا؛ بعض مباح ہیں جیسے نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔ (فتاوی حدیثیہ، ص150، مطبوعہ کراچی)

پتا چلا کہ علامہ ابنِ حجر مکی علیہ الرحمۃ کی تشریح کے مطابق اذانِ قبر کو مطلقا بدعتِ محرّمہ (حرام بدعت) نہیں کہہ سکتے، بلکہ قوانینِ شرع پر پیش کرنا ضروری ہے اور قوانین و دلائلِ شرعیہ (جیسا کہ اوپر بیان کیے گئے) کی روشنی میں اِس کا جواز بالکل واضح ہے۔

اسی طرح علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی ہر بدعت ناجائز نہیں۔ چنانچہ نماز کے لیے زبان سے نیت کرنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت نہیں، لہٰذا بدعت ہے، لیکن بدعتِ حسنہ ہے۔ چنانچہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ اِس بارے میں فرماتے ہیں: "(اذلم ینقل۔۔ الخ) فی الفتح عن بعض الحفاظ لم یثبت عنہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من طریق صحیح ولا ضعیف انہ کان یقول عند الافتتاح اصلی کذاولا عن احد من الصحابۃ والتابعین۔۔(بل قیل :بدعۃ) نقلہ فی الفتح وقال فی الحلیۃ: ولعل الاشبہ انہ بدعۃ حسنۃ "ترجمہ: فتح القدیر میں بعض حفاظ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سندِ صحیح، بلکہ سندِ ضعیف سے بھی ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں نیت کی ہو کہ میں فلاں نماز پڑھتا ہوں۔۔۔ کہا گیا کہ نماز کے لیے زبان سے نیت کرنا بدعت ہے، اِسے علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ نے "فتح القدیر" میں نقل کیا اور صاحبِ حلیہ نے "حلیہ" میں فرمایا: یہ بدعتِ حسنہ ہے۔

(ردالمحتار، ج2، ص114، مطبوعہ پشاور)

لہٰذا ثابت ہوا کہ سنت نہ ہونا، ناجائز ہونے کی دلیل نہیں، یوں ہی بدعت ہونا بھی اس کے بدعتِ محرّمہ (حرام بدعت) ہونے کے لیے کافی نہیں جیسا کہ اوپر واضح ہوا اور علامہ شامی اور علامہ ابن حجر مکی علیہما الرحمۃ کی اِن واضح عبارات کو ملاحظہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ آپ علیہما الرحمۃ میں سے کسی نے بھی اذانِ قبر کو ناجائز نہیں فرمایا اور نہ ہی دیگر فقہاء کرام میں سے کسی نے اِسے ناجائز قرار دیا، کیونکہ کسی کام کو مکروہ وناجائز کہنے کے لیے اُس کے عدمِ جواز کی خاص دلیل ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص "ترجمہ: کسی چیز کو مکروہ کہنے کے لیے اُس کے مکروہ ہونے پر خاص دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

(ردالمحتار، ج1، ص267، مطبوعہ پشاور)

اور اذانِ قبر کے عدمِ جواز پر کوئی دلیل بھی نہیں، بلکہ متعدد دلائل سے اِس کا جواز ثابت ہے۔

نوٹ! اذانِ قبر کے جواز پر تفصیلی دلائل کے لیے فتاوی رضویہ، ج5 میں موجود امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا رسالہ مبارکہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" کا مطالعہ کیجیے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــہ

ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری

30 ذوالحجۃ الحرام 1439ھ 11 ستمبر 2018ء

خوفِ خدا و عشقِ مصطفےٰ کے حصول کیلئے ہر ہفتے کو عشا کی نماز کے بعد امیر اہل سنّت کا مَدَنی مذاکرہ دیکھنے سننے اور ہر جُمعرات مغرب کی نماز کے بعد عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک، دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں بہ نیتِ ثواب ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجاء ہے

نوٹ! دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے یا تحریر کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج darulifta ahlesunnat کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔